

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور عالم دین تھے۔ ان کی شہرت پاک و ہند سے گذر کر پورے عالم اسلام تک پہنچ چکی تھی۔ ان کا تبحر علمی اور فضائل و کمالات اسلامی علوم و فنون اور نظر و مطالعہ کے کسی ایک دائرے میں محدود نہ تھے لیکن کتاب و سنت کی تدریس اور تعلیم سے ان کا شغف غیر معمولی تھا۔ اسلاف کے مقابلہ میں ان کا شمار اگرچہ اخلاف میں ہوا اور ترتیب زمانی میں انہوں نے جگہ سب سے آخر میں پائی۔ لیکن فضائل علمی اور محاسن سیرت کی ایک ایسی نادر جواز کا شخصیت تھے کہ اگر پہلے آتے تو صدر نشین بزم علمائے سلف ہوتے۔

مولانا محمد اسماعیل مرحوم ۱۹۰۱ء میں گوجرانوالہ کی تحصیل وزیر آباد کے ایک گاؤں ”ڈھوئی کئے“ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد ابراہیم مخا جو ایک متقی، عالم دین اور اپنے وقت کے اعلیٰ پائے کے خوشنویس تھے۔ تعلیم کی ابتدا والد ماجد کی نگرانی میں کی۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو انہیں حافظ عبدالمنان صاحب کے مدرسۃ نبوۃ العلوم وزیر آباد میں داخل کر دیا گیا۔ حضرت حافظ صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے۔ حافظ صاحب کی خدمت میں تحصیل حدیث کے بعد انہوں نے سیالکوٹ، امرتسر اور دہلی کا سفر کیا اور مشہور علمائے حدیث کی خدمت میں رہ کر فین حدیث میں تبحر حاصل کیا۔

۱۹۲۱ء سے انہوں نے عملی زندگی میں قدم رکھا۔ گوجرانوالہ کو انہوں نے اپنی تبلیغی و تدریسی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور کامل پچاس برس تک وہ نہایت انہماک، دلسوزی اور جانتکاہی سے دین

ملت کی خدمات میں مصروف رہے۔ اس مدت میں ملک میں بڑے بڑے انقلاب آئے، انہیں مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور عہدہ و مناصب کی ترغیب کی آزمائشوں سے گزرنا پڑا لیکن نہ مصائب ان کو ہراساں کر سکے اور نہ کوئی ترغیب ان کے عزم کو متزلزل کر سکی۔ انہوں نے خدمتِ دینی کا جو عہدِ خدا سے باندھا تھا، اس کے تقدس پر آنچ نہ آنے دی۔

ان کی خدمت کا کوئی ایک دائرہ اور کوئی ایک بندھاٹھا اسلوب نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و عمل کے بے شمار خصائص و کمالات سے نوازا تھا۔ وہ تمام علومِ دینی و معارفِ کتب و سنت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سیاست میں صاحبِ فکر رائے تھے، تجربہ و تقریر میں انہیں یکساں کمال حاصل تھا۔ وہ بے پناہ علمی اور تنظیمی صلاحیتوں کے مالک تھے۔

انہوں نے جس شوق و انہماک سے جماعتِ اہل حدیث کو منظم اور فعال بنانے کا حصہ لیا، اسی دلسوزی کے ساتھ تمام مسلمانوں کی اصلاح و تعلیم میں دل چسپی لی اور اس جذبہٴ صادق کے ساتھ تحریکِ آزادی اور ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں اپنا فرضِ ادائیگا۔ وہ جہاں اور جس دائرے میں رہے، بلند و ارجمند رہے، جن افراد اور تحریکوں سے وابستہ ہوئے علم و بصیرت کے ساتھ نہ صرف ان کا ساتھ دیا بلکہ راہنمائی کی۔ ان کا دستِ تعاون پورے اخلاص کے ساتھ ہر کسی کی طرف بڑھا لیکن تقلید کی آلودگی سے ان کا دامن ہمیشہ پاک رہا۔ ان کے شاہینِ فکر کے لئے ان پستیوں میں بسیرا کرنا باعثِ ننگ تھا، ان کی نظر و بصیرت ہمیشہ تحقیق و اجتہاد کے جہانِ تازہ کی تلاش میں رہی۔ استخلاصِ وطن کی جدوجہد میں انہوں نے علمائے حق کے اسی گروہ کا ساتھ دیا جو اپنی حق پرستی اور حریتِ نوازی میں ہمیشہ ممتاز رہا ہے جن کا تعلق مختلف واسطوں اور سلسلوں سے حضرت اسماعیل شہیدؑ، شاہ عبدالعزیزؒ، اور حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے ملتا ہے۔ جمعیتِ طلبائے ہند، مجلسِ خلافت، مجلسِ احوارِ اسلام وغیرہ ان کے سیاسی مساعی کے مختلف میدان تھے۔

۱۹۳۰ء میں تحریکِ عدم تعاون سے لے کر ۱۹۵۲ء کی قادیانی تحریک تک تمام تحریکات میں حصہ لیا۔ وہ اپنی حرمتِ نوازی اور جرمِ حق کو شنی میں متغہٴ دبارِ قید و بند کے مراحل سے گزر کر سنتِ یوسفی پر بھی عمل پیرا ہو چکے تھے۔

انہوں نے اپنی تعلیم و تربیت سے سینکڑوں اصحاب علم و عمل تیار کر دیئے جنہوں نے ادب و شعر، تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور علمی و علمی زندگی کے مختلف گوشوں میں شہرت حاصل کی۔ ان کے تلامذہ میں مولانا محمد حقیف ندوی، مولانا محمد اسحاق بھٹی، رشید اختر ندوی پروفیسر غلام احمد حریری، مولانا قاضی مقبول احمد، مولانا البرکاتی امام خان، مولانا محمد اسماعیل فریج، حکیم عبدالرحمان خاں نصر، مولانا محمد ابراہیم خلیل، مولانا عبدالرحمن واصل، مولانا محمد عبداللہ، مولانا مبین الدین لکھنوی (اوکاڑوی)، مولانا نور حسین گرجاکی، مولانا حافظ عبدالنن، مولانا بشیر الرحمن، مولانا محمد الیاس ندوی، سید عبدالغنی شاہ کاموکی، شیخ عبدالغنی بکری وغیرہم اہل علم کے علاوہ خود آپ کے صاحبزادگان گرامی پروفیسر مولانا محمد صاحب، حکیم محمود صاحب اور محمد داد صاحب جو آپ کی اسلامی تعلیم و تربیت کا نمونہ ہیں، محتاج تعارف نہیں۔

مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ نے اپنے پیچھے صالح و سعید اولاد صلی کے علاوہ بصورت تصانیف و مضمون، اولاد معنوی بھی اپنی یادگار چھوڑی ہے جو لوگوں کی اصلاح اور انکی ہدایت کا باعث ہوگی مختلف علمی مباحث و موضوعات پر بعض دینی مسائل کی تشریح میں اور بعض غیر علمی خیالات کی تردید میں انہوں نے بہت سے بلند پایہ تحقیقی مقالات تحریر فرمائے جن میں سے بعض کتابچوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ چند یہ ہیں:

اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ، مسئلہ حیات النبی، جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث، حدیث کی تشریحی حیثیت، مقام حدیث قرآن کی روشنی میں، مسئلہ زیارت قبور، تحریک اہل حدیث اور اس کی خدمات، عید الفطر اور اس کے احکام و مسائل، تحریک آزادی فکر، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تجدیدی مساعی (مسک اہل حدیث پر مضامین کا مجموعہ) عید عہد نبوت میں، حجیت حدیث کے موضوع پر ایک اور معرکہ آرا مضمون کے علاوہ تراجم و شروح میں جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں، مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ (تقریباً نصف) سب سے معلقہ کا ترجمہ مع مقدمہ و تشریحات وغیرہ آپ کے آثار علمی ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ نے جماعت اہل حدیث کی تنظیم، اس کی شاخوں کے قیام، مدارس دینیہ کے اجراء، مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں تنہا جو کارنامہ انجام دیا، وہ جماعتوں

کی منظم کوششوں سے کرنے کا تھا۔ ان کی مساعی جمیلہ میں کامیابی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ گوجرانوالہ میں جب انہوں نے درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت کے میدان میں قدم رکھا تو بقول ایک فاضل مضمون نگار کے وہاں صرف سات اہل حدیث تھے اور ایک اہل حدیث مسجد تھی۔ اور نصف صدی کے بعد جب انہوں نے اس دارِ قاتی سے رحلت فرما کی تو ۵۴ ویں مسجد زیر تعمیر تھی۔

مولانا محمد اسماعیل نے اہل حدیث کو منظم کیا، جماعت کی تشکیل کی، مولانا داؤد غزنویؒ کو جماعت کا امیر مقرر کیا گیا اور مولانا علیہ الرحمۃ کو اس کی نظامت سپرد ہوئی۔ مولانا غزنویؒ کے انتقال کے بعد جماعت کی امارت کی ذمہ داری بھی آپ ہی پر آگئی۔ صبح کو درس قرآن حکیم جمعہ کو خطابت، عام دینی و سیاسی مجامع میں تقاریر، کانفرنسوں کا انعقاد، مدرسہ میں درس و تدریس اور جماعتی کاموں کے مسلسل سفر سے، پھر ہر حالت میں مطالعہ و تحریر کا کبھی نہ ٹوٹنے والا سلسلہ زندگی کے ساتھ تھا، ان کی زندگی کی مصروفیت اور شب و روز کے معمولات دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

مولانا مرحوم نہایت فاضل، بے ریا، متواضع، خلیق، سادہ دل، نیک نفس، متقی، پرہیزگار، شہرت و ناموری سے گریزاں اور عہدہ و منصب سے بے نیاز زاہد، شب زندہ دار، تمک بالکتاب اور عمل بالحدیث کے نہایت شائق اور فکر و نظر اور علم و عمل میں اسلاف کرام کا کامل نمونہ تھے۔

بالآخر یہ آفتابِ علم و فضل نصف صدی تک اپنی فدا فی کرہوں سے دنیا کے علم و عمل کو روشن کرتے اور عالم انسانی کو اپنی فکر و نظر سے راہِ عمل دکھانے اور ہدایت و ارشاد کے بعد ۲۱ فروری ۱۹۶۸ء کو غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور سے مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ کو خصوصی تعلق تھا۔ وہ آپ کے علم و فضل، تدبیر و بصیرت اور فکر و نظر کے بہت معترف تھے۔ مولانا آزاد مرحوم پر جب بھی کسی طرف سے کوئی حملہ ہوا، جماعت اہل حدیث کے ترجمان اہل اعتقاد نے ان کے دفاع کا فریضہ ادا کیا اور تندیس و تبلیس کا پردہ چاک کر کے حق کو واضح اور آشکارا کر دیا۔

ملی و سیاسی معاملات میں وہ مولانا آزاد کی رہنمائی اور ان کی بصیرت و تدبیر پر یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے مولانا علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کی تھی۔ حافظ احمد شاکر صاحب لکھتے ہیں :

”۱۹۲۱ء کو جب مولانا آزاد علیہ الرحمۃ اپنی جماعت حزب اللہ کی بیعت کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے تو مولانا (محمد اسماعیل مرحوم) لاہور آئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی“

محمد حنیف یزدانی صاحب بھی لکھتے ہیں :

”تحریک آزادی کے دنوں میں انگریزوں کے خلاف جہاد کر رہے تھے مولانا۔۔۔
ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت کی“

لیکن یہ بیعت حزب اللہ میں شمولیت یا انگریزوں کے خلاف صرف جہاد کے لئے نہ تھی بلکہ یہ بیعت قلم جماعت کے لئے اپنی علمی و علمی صلاحیتوں کو وقف کر دینے اور کامل درجہ کی اسلامی و شرعی زندگی گزارنے کے متعلق تھی۔

ساختن : اس مضمون کی تیاری میں حضرت مرحوم کے سوانح حیات ، خدمات ، فضائل محاسن اور تعزیت میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب (الرحیم حیدر آباد سندھ بابت ماہ مارچ ۱۹۶۸ء) مولانا محمد اسماعیل صاحب (امروز لاہور ۲۹ فروری ۱۹۶۸ء) شورش کاشمیری صاحب (سہنت روزہ چٹان لاہور) محمد حنیف یزدانی صاحب (سہنت روزہ چٹان لاہور) محمد حنیف یزدانی صاحب (سہنت روزہ چٹان لاہور) حافظ احمد شاکر صاحب (سہنت روزہ لاہور) لاہور (مؤرخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۹ء) جناب شاہد صاحب (سہنت روزہ المیزان لاہور) لاہور (مؤرخہ ۱۱ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ) میر احمد صاحب (اہل حدیث کی نمایاں شخصیات - ایک کتابچہ) کے مضامین سے کم و بیش استفادہ کیا گیا ہے۔